OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

قیامت میں مجرمین کی باہمی مخاصمت اور ان کی عصری تطبیقات: سورۃ السبا کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Mutual conflict of Criminals on the day of Judgment and their Contemporary Applications: An Analytical Study in the Light of *Sūrah Al-Sabā*

Dr. Hafiz Muhammad Arshad Iqbal
Assistant Professor, Department of Quran and Tafseer, Faculty of Arabic & Islamic Studies, AIOU, Islamabad
Dr. Muhammad Zahid Ullah
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Karnal Sher Khan Cadet College Ismaila, Swabi

Abstract

This world is the place of striving and the hereafter is the place of reward or punishment, where the believers will be rewarded with Paradise and the disbelievers will be punished with Hell. So, the way of Allah with His slaves is to test them with calamities and tribulations, so that the believer may be known from the kaafir and so that the truthful may be distinguished from the liar- Allah has given human beings blessings like wealth, health, position, etc. in what manner he uses these blessings. On the Day of Resurrection, a person will be asked about his life and the blessings of Allah. Those who succeed in the exam will be put in heaven and those who fail will be put in hell. Also, when the people of Hell will be admitted to Hell, they will be brought face to face to add to their humiliation and to confess this fact and to argue with each other. Allah has also made it clear that the quarrel of the people of hell is a reality. While

CC BY

it is a clear thing that every defeated party quarrels with each other after their defeat and humiliation and blames each other for the defeat. And those who achieve success love each other. So, the people of heaven will be greeting each other, and the people of hell will be arguing with each other. Therefore, in this article, the mutual a conflict of criminals in the Day of Judgment has been commented in the light of Quran and Hadith. And their contemporary implementation has also been done so that we become obedient to Allah in the real sense.

Keywords: Mutual conflict, Criminals, Day of Judgment, Contemporary, Applications, Sura al-Saba

تمہید

اللہ کی طرف سے نازل کی گئی آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں قرآن کریم آخری کتاب ہے جس کو آخری پیغمبر خاتم الانبیاء پر نازل کیا گیا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے انسانیت کی ابتداء سے لیکر بالفاظ دیگر سب سے پہلے انسان اور پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی اور اس کے بعد قیامت تک آنے والے واقعات اور قیامت کے دن ہونے والے مناظر اور امور کو مختصر انداز میں بیان کیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے والی امتوں کے واقعات اور حالات کو کہیں اجمالی اور کہیں پر تفصیلی انداز میں بیان فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں بیان کئے گئے مضامین میں غور و فکر کرنے کے بعد واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن میں بنیادی طور پر پانچ قسم کے علوم اور مضامین سے کلام کیا گیا ہے۔ ان میں سے احکامات، اوامر و نواہی کے ساتھ گمراہ فرقوں کے عقائد و نظریات، اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کی نشانیوں اور آپ کی طرف سے دی گئی نعمتوں کا ذکر، سابقہ امتوں کی گمرہیوں اور تباہی و بربادیوں کا بیان اور موت کے بعد آنے والے مناظر جس میں انسانی زندگی کے خاتمہ سے لے کر قیامت کے برپا ہونے، حشر و نشر، حساب و کتاب اور جنت و جہنم کا فیصلہ ہونا جیسے امور سے اجمالی اور تفصیلی انداز میں کلام کیا گیا ہے۔ قیامت کے دن ہونے والے امور اور مناظر میں سے ایک اہم مجرمین کے مابین باہمی مخاصمت اور نزاع کا بیان ہے۔ قرآن کریم میں قیامت کے دن ہونے والے مناظر کو بیان کرنے کا بنیادی مقصد انسان کو ہدایت کی طرف آنے اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی تلقین کرنا ہے۔ تاکہ انسان کل قیامت کے دن یہ شکوہ نہ کرے کہ مجھے تو اس بات کا علم نہیں تھا کہ کل اس زندگی کے بعد نہ ختم ہونے والی زندگی کی ابتدا حساب و کتاب اور جزا و سزا سے ہوگی اس لئے ضروری تھا کہ انسان کو آخرت کے بارے میں مکمل علم حاصل ہو اور اس دن کی ذلت و رسوائی سے اپنے آپ کو بچا سکے۔ کیونکہ اس دن اللہ کے ہاں یہ عذر قبول نہیں کیا جائے گا کہ میں نے فلاح شخص کی وجہ سے دین اسلام کو قبول کرنے سے قاصر رہا یا ان کے کہنے پر میں نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا۔ اس لئے کئی آیات میں اس بات کی یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ کل قیامت کو یہی مجرمین جنہوں سے کفریہ عقائد کو ترجیح دی اور خود بھی کفریہ عقائد پر قائم رہے اور اپنے

ماتحتوں کو بھی انہی عقائد و نظریات پر قائم رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ اللہ نے قرآن میں نہایت واضح اور مدلل انداز میں ان کے باطل نظریات کو بیان فرمایا کہ ان نظریات اور عقائد کی کوئی حقیقت نہیں یہ انسان کی گھڑی ہوئی باطل عقائد ہیں جن کا دین کے ساتھ دور کا تعلق بھی نہیں۔ لہذا کل قیامت کے دن افسوس اور پیشمان ہونے سے بہتر اور مفید چیز دین اسلام کو قبول کرکے اللہ اور رسول کا متبع بننا ہے۔

جرم اور مجرم کا مفہوم اور تصور

اردو زبان میں جرم کے لغوی معنیٰ ہے قصور، خطا، خلاف قانون حرکت، قابل سزا فعل۔ عربی زبان میں جرم کے معنی ذنب یعنی گناہ کے ہیں۔ قرآن پاک میں مجرم کے لیے مجرمین اور مجرمون کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے: "وَ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا-اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ"۔[1] "کسی قوم کی دشمنی تم سے یہ جرم نہ کرائے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو کہ یہی تقوی سے قریب ترہے"۔ فارسی زبان میں جُرم بمعنی جرمانہ (تاوان) بھی آتا ہے۔ مجرم: جرم کرنے والا، جس نے جرم کیا ہے، قصوروار، خطاوار، گناہ گار، قابلِ بازپرس، قابل سزا۔ قانون کی نظر میں مجرم سے مراد وہ انسان ہے جس کا جرم عدالت میں ثابت ہو اور اسے سزا ملے۔ جرم کو اگر آخرت کے زاویے سے دیکھا جائے تو اس سے مراد گناہ پر اصرار اور ہٹ دھرمی ہے یہی وجہ ہے کہ جہنمیوں کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا کہ: "تحقیق تم ہی- مجرم ہو" اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ "بے شک مجرم گمراہی میں ہیں اور جہنم میں ہوں گے"۔[2] لیکن جرم کا لفظ جب قانون کے زاویے سے بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ گناہ ہے جس پر شریعت نے دنیا میں ہی سزا مقرر کی ہے جیسے قتل، زنا، قذف وغیرہ۔ اخلاقیات میں جرم سے مراد اخلاقی اصولوں اور قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کرنا اور غیر اخلاقی افعال کا ارہے۔ فلسفہ اخلاقیات میں مجرم سے مراد وہ شخص ہے جو غیر اخلاقی افعال کا مرتکا ہوا ہو جیسے کہ بدعنوانی کی ہو یا کسی کا حق مارا ہو، ناانصافی کی ہو، کسی کی ناموس کو تار تار کیا ہو، دروغ گوئی کی ہو وغیرہ وغیرہ۔ قانون و فلسفہ قانون کی نظر میں "ہر وہ فعل یا ترک فعل جو سزا کا مستوجب ہو جرم ہے"۔[3] قانون کی نظر میں مجرم سے مراد وہ انسان ہے جس کا جرم عدالت میں ثابت ہو اور اسے سزا ملے۔ جرم کے ارتکاب پر سزا کا اپنا قانون اور طریقہ کار ہے مثال کے طور پر پاکستان کے قانون میں یا تعزیراتِ پاکستان میں قتل عمد کے عدالت میں ثابت ہو جانے پر دفعہ 302 عائد کی جاتی ہے جس کے تحت ریاست دو طرح کی سزائیں دے سکتی ہے یا قصاص لے یا عمر قید کی سزا سنائے۔ اسی طرح توہینِ مذہب پر دفعہ 295 بی کے تحت توہینِ قرآن کے مجرم کو عمر قید اور دفعہ 295 سی کے تحت توہینِ رسالت پر سزائے موت، عمر قید اور جرمانا کی سزا دی جا سکتی ہے۔ ہسٹری آف کریمینل لاء کے مصنف سر جیمز سٹیفین نے اپنے وقت کے لحاظ سے جرم کی تعریف یوں کی ہے "جرم ایسے فعل یا ترک فعل کو کہا جاتا ہے جس کے سرزد ہونے پو سزا لازمی ہو۔[4]

قرآن کریم میں دنیاوی اور اخروی دونوں طرح کی سزاؤں کا بیان ہے اگر بات کی جائے جرم کی دنیاوی معنیٰ پر تو اس سے وہ گناہ مراد ہے جس پر شریعت نے دنیا ہی میں سزا رکھی ہے اور یہ سزائیں تین طرح کی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں، 1- حدود 2- قصاص 3- تعزیر۔ ان میں سے پہلی دو سزائیں قرآن کریم نے متعین کر دی ہیں جبکہ تعزیر کو قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ زمان و مکان اور ماحول اور جرم کی نوعیت کے مطابق فیصلہ کا اختیار رکھتا ہے۔

جرم اور گناہ میں فرق

جرم کے معنی گناہ، خطا، قصور اور قانون کے خلاف کوئی کام کرنا یا حرکت کرنا۔ عام زبان میں جرم ایک غیر قانونی فعل ہے جس کے کرنے پر حکومت یا کوئی سرپرست سزا تجویز کرتی ہے۔ اسی طرح عملی معنی میں ایک ایسے فعل اور حرکت کو کہا جاتا ہے جو معاشرتی، ثقافتی اور فطری امور کے خلاف ہونے کی وجہ سے سزا کے مستحق ہوں دوسرے الفاظ میں جس کو معاشرتی طور پر انسانی زندگی اس کو قبول نہ کرتی ہو۔ جیسا کہ مصنف سر جیمز سٹیفین نے جرم کی تعریف کی ہے "جرم ایسے فعل یا ترک فعل کو کہا جاتا ہے جس کے سرزد ہونے پو سزا لازمی ہو۔[5] سلیمان بن عمر العجیلیؒ نے لکھا ہے کہ جرم کا تعلق کفر اور عصیان دونوں پر ہوتا ہے۔[6] یعنی غیر مسلم کو مجرم کہا جاتا ہے اور اسی طرح کسی نافرمان کو بھی مجرم کہا جا سکتا ہے۔ گناہ کے کئی معنی بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً گناہ کے معنی بھی خطا، قصور، ناپسندیدہ اور ممنوعہ فعل کے ہیں۔ اسی طرح ایسا کام کرنا جو شرعی طور پر ممنوع ہو اور کرنے والے کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہو۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں آتا ہے: "والإِثْمُ ما حاكَ في صدْرِكَ "[7] ہر وہ عمل اور فعل گناہ ہے جس کے ارتکاب سے دل میں یہ تردد پیدا ہو جائے شاید یہ کام جائز نہ ہو۔ علامہ نواب صدیقی نے گناہ کے تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ "گناہ ہر اس قول و فعل کے کرنے کا نام ہے جس کا کرنے والا گناہ گار ٹھہرے۔[8] اس لئے مذہب کی اصطلاح میں غیر اخلاقی اور ممنوعہ فعل کو سرانجام دینے کو گناہ کہا جاتا ہے۔ جس پر کوئی حد، عذاب، لعنت، سزا اور اسی طرح اللہ اور رسول کی نافرمانی کو بیان کیا گیا ہو۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ سیکولر فکر میں "گناہ" کا کوئی تصور سرے سے موجود ہی نہیں، کیوں کہ یہ ایک خالصتاً مذہبی معاملہ ہے اور سوائے وحی کے کوئی ذریعہ ایسا نہیں جس سے یہ جانا جا سکے کہ ہمارے کس عمل کا نقصان ہمیں مرنے کے بعد ہو گا اور کس کا نہیں۔ اور سیکولرازم کی بنیاد ہی یہ ہے کہ وحی کو انسانی معاملات میں کسی بھی قسم کی اتھارٹی نہیں دی جا سکتی۔ خلاصہ کلام یہ کہ گناہ کے کاموں پر جرم کا اطلاق بھی ہوتا ہے اور اسی طرح جرم کے لئے گناہ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے لیکن جرم میں عموم ہے بنسبت گناہ کے۔ دراصل گناہ کا براہ راست تعلق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ، اس کے رُسل اور ان کی دی گئی تعلیمات کی نفی سے ہے۔ جرم کی پوچھ گچھ دنیا میں ہوتی ہے اور گناہ کے بارے میں پوچھ گچھ مرنے کے بعد ہو گی جبکہ جرم کا تعلق چونکہ زیادہ تر انسانی قوانین کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے اس کی باز پرس بھی دنیاوی زندگی میں ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح گناہ کا تعلق زیادہ تر انفرادی ہوتا ہے جبکہ جرم کا تعلق اجتماعی امور سے زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن جرم اور گناہ دونوں سے احتراز لازمی اور ضروری ہے۔

مجرمین کی باہمی مخاصمت آیات مبارکہ کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دارالامتحان قرار دیا ہے اس میں انسان کو صحیح اور غلط راستے دونوں بتا دیئے اور انسان کو اختیار بھی دے دیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جس راستے کو اختیار کرنا چاہیں تو وہ کر سکتا ہے۔ لیکن دونوں راستوں کے منزل مقصود کی بھی وضاحت کر دی کہ جو کوئی انبیاء کا راستہ اختیار کرے گا تو فلاح کو پہنچے گا لیکن اگر کوئی ان کے خلاف چلے گا تو ان کا حشر بھی منکرین اور کفار کے ساتھ ہو گا۔ اس کے ساتھ بہت ساری آیات مبارکہ میں اس بات کو واضح انداز میں بھی بیان فرما دیا ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی آنے والی ہے جس میں آبدی زندگی ہو گی اور وہاں پر حق و باطل کو الگ کیا جائے گا جہاں پر دنیا کی زندگی میں گزرے ہوئے ہر ہر لمحے کے بارے میں حساب و کتاب دینا ہو گا۔ اس دن کو یوم آخرت، یوم الفصل اور یوم الحساب جیسے ناموں کے ساتھ بار بار ذکر فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں قیامت سے مراد کئی امور ہیں وہ یہ کہ

سب سے پہلے موت ہے اس کے بعد قبر اور برزخی زندگی ہے اس کے بعد پھر سے زندہ ہو کر اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے جہاں پر اعمال وافعال کا حساب وکتاب ہو گا کامیابی کی صورت میں جنت کا فیصلہ ہو گا جبکہ ناکامی کی صورت میں جہنم کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس لئے قیامت کا آنا برحق ہے اس میں معمولی درجے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اللہ نے اس دن کو نہ صرف بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے بلکہ اس دن کو ایک محسوس زندہ ومتحرک اور اُبھرتی ہوئی نمایاں شکل میں پیش کرکے اس کی مکمل ومجسم تصویر لوگوں کے سامنے رکھ دی ہے۔ گویا کسی نے اس عالم آخرت کے منازل کو دیکھا ہو اور ان کے دل ودماغ میں اس کے بارے میں تمام تاثرات اور احساسات نے حقیقی شکل میں قبول کیا ہو۔ اللہ تعالی کے انداز بیان کا یہی نتیجہ ہمارے سامنے ہوتا ہے کہ جب کوئی مسلمان اس دن کے بارے میں سوچتا ہے تو اس کے غیبی مشاہدے سے ان کی قلبی کیفیات لحظہ بہ لحظہ بدلتی رہتی ہیں۔ کبھی ان کے دلوں پر گھبراہٹ اور کبھی ان کے جسموں پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ ایک گھڑی ان کے دلوں میں خوف وہراس اور سراسیمگی کی لہر دوڑ جاتی ہے، تو دوسرے لمحے وہ لذت آشنائے سکون واطمینان حاصل کر لیتے ہیں۔ آخرت کی زندگی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اس لئے اس دنیا کی زندگی میں جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے اس کے لئے جنت ہو گی جس میں انھیں لازوال ابدی نعمت نصیب ہو گی۔ دوسری طرف وہ لوگ جو کفر وانکار کی راہ چلیں گے اور دربارِ الٰہی میں اپنی حاضری کو جھٹلائیں گے، ان کے لیے دوزخ کی آگ ہو گی جو اَبدی عذاب کی ایک شکل ہے۔ نہ وہاں کوئی سفارش کام آئے گی، نہ فدیہ دے کر عذاب سے چھٹکارا ہو گا۔ اس دن نہ اپنا مال اور نہ اپنی اولاد اور رشتہ دار کام آسکیں گے۔[9] سورہ عبس میں فرمایا ہے کہ اس دن تو اپنا بھائی، اپنی ماں باپ اور اپنی بیوی اور اولاد بھی بھاگیں گے۔[10] قرآن کریم میں اللہ تعالی نے جو منظر کشی ہے اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اے انسان دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے منازل اور زندگی سے غافل نہ ہونا کیونکہ وہاں کے مناظر اور احوال بہت سخت ہیں۔ قرآن کریم میں قیامت والے مجرمین کے احوال اور ان کے باہمی نزاعی کیفیات کو بھی اس انداز میں پیش کیا ہے کہ اگر کوئی غور کرنے والا بندہ ہے تو وہ توبہ کرکے اللہ کی طرف رجوع کرے اور دنیا میں ہی کسی نافرمان کی اطاعت سے اپنے آپ کو بچا کر اللہ کی اطاعت میں آجائے۔ اس لئے سورہ ابراہیم میں فرمایا: "وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَجَزِعْنَاۤ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ"۔ یعنی جب قیامت کا دن ہو گا اور اعمال کی سزا وجزا کا فیصلہ ہو گا تو اس دن سب کے سامنے حقیقت آشکارہ ہو جائے گی تو پھر دنیاوی زندگی میں کمزور افراد اپنے بڑوں سے شکایت اور شکوے شروع کر دیں گے کہ دنیا کی زندگی میں ہم نے آپ ہی کی اتباع کی اور آپ نے ہی اپنی اتباع کرنے کا کہا تھا اب معاملہ تو بلکل الٹ ہو گیا ہے اب تو ہمارے حق میں بھی جہنم کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب کیا آپ لوگ ہم سے جہنم کی عذاب کو دور کر سکتے ہو اور ہمیں آگ سے بچانے کے لئے کوئی مدد کر سکتے ہو۔ تو ان کے بڑے اس وقت یہ جواب دیں گے کہ اگر ہمیں اللہ نے ہدایت کی راہ دکھائی ہوتی تو ہم بھی آپ کو ہدایت کی راہ دکھادیتے لیکن اب تو معاملہ بلکل برابر ہے چاہے ہم آہ وزاری کریں یا پھر صبر کریں لیکن کسی بھی حال میں ہمارے بچنے کی صورت نہیں ہے۔ اس کے بعد والی آیات میں بھی قرآن کریم نے واضح الفاظ میں شیطان کے انکار کرنے اور غلطی کو متبعین پر ڈالنے کا ذکر فرمایا ہے کہ اے انسان دنیا کی زندگی میں شیطان اور نفس کے نرغے اور مکر

فریب کا شکار نہ ہونا کل قیامت کو یہی شیطان خود کو بے عیب اور بے قصور ٹھہرائے گا تو بہتر یہی ہے کہ دنیا میں ہی شیطان کے مکر و فریب سے اپنے آپ کو دور رکھا جائے۔

قرآن کریم میں فرمایا: "وَ قَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ وَ مَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَ لُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ"۔[11] ایک اور آیت میں فرمایا: "اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّاكَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ "۔جب بیزار ہو جائیں گے وہ جن کی تابعداری کی گئی ان سے جو تابعداری کرتے رہے اور دیکھ لیں گے عذاب کو اور ٹوٹ جائیں گے ان کے تعلقات۔ اور کہیں گے تابعداری کرنے والے کاش! ہمیں لَوٹ کر جانا ہوتا (دنیا میں) تو ہم بھی بیزار ہو جاتے ان سے جیسے وہ (آج) بیزار ہو گئے ہم سے۔ یونہی دکھائے گا انہیں اللہ تعالیٰ ان کے (بُرے) اعمال کہ باعثِ پشیمانی ہوں گے ان کے لئے اور وہ (کسی صورت میں) نہ نکل پائیں گے آگ (کے عذاب) سے۔ قرآن کریم کی بہت ساری آیات اس حوالے سے بہت ہی مؤثر انداز میں وہاں کے حالات کے بارے میں خبر دے رہے ہیں کہ وہاں پر یہی سب کچھ ہو گا جو ہم کہہ رہے ہیں۔ درحقیقت انسان کی عقل پر پردہ ہونے کی وجہ سے ان کو حقانیت نظر نہیں آرہی ہوتی لیکن یہی پردہ قیامت کے دن عقل سے ہٹائے جانے کے بعد افسوس اور آہ وزاری کے سوا انسان کچھ کر نہیں پائے گا۔ اگر ایک ایک آیت میں غور کیا جائے تو دنیا کی زندگی میں بھی ہم یہی مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ بہت ہی گہرے دوست کیوں نہ ہو لیکن جہاں پر اپنا معمولی سا نقصان کا اندیشہ پیدا ہوتا ہو تو اس وقت یہی دوست بھی ساتھ دینا چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن دنیا اور آخرت کی زندگی میں فرق بھی واضح ہے کہ دنیا میں انسان توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کرے تو فلاح پا سکتا ہے لیکن قیامت میں دوبارہ موقع ملنا ناممکن ہے وہاں سے لوٹ کر آنا اور دوبارہ سے اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے کا عزم بھی کرلے لیکن کوئی راستہ نہیں ہو گا۔ اس لئے جو کچھ کرنا ہے اسی دنیا میں کریں۔ اللہ نے مختلف انداز میں وہاں کے جو حالات کی منظر کشی کی ہے ایسا ہی ہو گا لیکن کوشش یہی کرنی ہے کہ ہم ان لوگوں میں سے نہ ہو جائیں جن کا حشر پھر سب نے دیکھنا ہے۔

لہٰذا جو لوگ دنیا میں پیروں، فقیروں، حکمرانوں اور باطل معبودوں کے ساتھ دنیاوی مفادات کی خاطر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی بات سے بڑھ کر ان سے محبت کرتے اور تعلق جوڑتے ہیں قیامت کے دن ربِ ذوالجلال کی جلالت و جبروت اور عذاب کو دیکھیں گے تو ان کے تمام واسطے اور رابطے کٹ جائیں گے۔ یہاں تک کہ پیر مُرید سے، طالب مطلوب سے ،حاکم محکوم سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ جو مذہبی پیشوا اور سیاسی رہنما اپنی ذات اور مفاد کی خاطر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے فرمان سے دور رکھتے تھے جب وہ پوری طرح جان جائیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کے سوا کسی کے پاس کوئی طاقت نہیں اور نہ کوئی وسیلہ کارگر ثابت ہو سکتا ہے تو وہ ایک دوسرے پر پھٹکار بھیجیں گے۔ متبوع لوگ اللہ تعالیٰ سے آرزو کریں گے کہ الٰہی! ہمیں دنیا میں جانے کا موقع دے تاکہ ہم ان ظالم رہنمائوں اور مشرک پیروں اور علماء سو سے اسی طرح نفرت کا اظہار کریں جس طرح آج وہ ہم سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔ حکم ہو گا کہ اب تم نے ہمیشہ

یہیں رہنا ہے۔ اس دن سے ان کی پریشانیوں اور حسرتوں میں اضافہ ہوتا رہے گا اور ان کو عذاب سے کوئی نکالنے والا نہیں ہوگا۔ سورہ الفرقان میں فرمایا: "یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا o لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآئَنِی وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا "۔[12] یعنی اس دن جب انسان سارے امور اور وہاں کی ہولناکیوں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلے گا تو اس وقت ظالم اور کافر لوگ یہیں کہیں گے کہ کاش ہم دنیا میں انبیاء، صلحاء اور نیک لوگوں کی بجائے ان نافرمان اور ظالم افراد کی دوستی نہ اختیار کرتے تو آج کے دن یہ ذلت اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رسوائی اور بربادی کا سامنانہ کرنا پڑتا۔ اس لئے اس وقت اپنے ہاتھ کو چھبانا اور افسوس کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ دنیا کی زندگی میں اللہ اور رسول کے دشمنوں کو دوست بنانے کی بجائے اللہ اور رسول کے احکامات اور سنتوں کی اتباع اور پیروی کی جائے تو روز قیامت کسی قسم کا خوف اور پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ آخرت کے منازل کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے میں کوئی زیادہ زمانہ نہیں بس اس دنیا والی آنکھوں کا بند ہو جانا ہے پھر قیامت کے احوال و مناظر سامنے آجائیں گے جیسا کہ سورہ نبا میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے: " اِنَّآ اَنْذَرْنٰکُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا یَّوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْئُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰہُ وَیَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا"۔[13]

سورہ السبا اور مجرمین کا باہمی مباحثہ

قرآن کریم میں کی کئی آیات میں مختلف انداز میں مجرمین اور غیر مسلموں کے باہمی مباحثہ اور اسی طرح اللہ کے نافرمان بندوں کا شیطان کے ساتھ مباحثہ کو بھی بیان کیا گیا ہے لیکن سورہ السبا میں مجرموں کے مابین جو مباحثہ ہوگا ان کو ذرا تفصیلی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ انداز بیان سے لگتا ہے گویا کہ ایسا ہو چکا ہے۔ دراصل اللہ کو معلوم ہے کہ یہی انسان کل قیامت کو پھر ایسے ہی منازعات اور جھگڑے کریں گے۔ جبکہ دنیاوی زندگی میں ہم یہی دیکھتے ہیں۔ اس لئے سورہ السباء کی آیات کی روشنی میں اس مباحثے پر تبصرہ کریں گے۔ "وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ"۔ اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانیں گے اور نہ ان (کتابوں) کو جو اس سے پہلے کی ہیں اور کاش (ان) ظالموں کو تم اس وقت دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے کو رد و کد کر رہے ہوں گے جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہو جاتے۔ یہاں پر کافروں کی سرکشی اور باطل کی ضد کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ قرآن کی حقانیت کی ہزارہا دلیلیں بھی دیکھ لیں لیکن نہیں مانیں گے۔ بلکہ اس سے اگلی کتاب پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ انہیں اپنے اس قول کا مزہ اس وقت آئے گا جب اللہ کے سامنے جہنم کے کنارے کھڑے چھوٹے بڑوں کو، بڑے چھوٹوں کو الزام دیں گے۔ ہر ایک دوسرے کو قصور وار ٹھہرائے گا۔ تابعدار اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ تم ہمیں نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان لائے ہوئے ہوتے، ان کے بزرگ انہیں جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں روکا تھا؟ ہم نے ایک بات کہی تم جانتے تھے کہ یہ سب بے دلیل ہے دوسری جانب سے دلیلیوں کی برستی ہوئی بارش تمہاری آنکھوں کے سامنے تھی پھر تم نے اس کی پیروی چھوڑ کر ہماری کیوں مان لی؟ یہ تو تمہاری اپنی بے عقلی تھی، تم خود شہوت پرست تھے، تمہارے اپنے دل اللہ کی باتوں سے بھاگتے تھے، رسولوں کی تابعداری خود تمہاری طبیعتوں پر شاق گذرتی تھی۔ سارا قصور تمہارا اپنا ہی ہے ہمیں کیا الزام دے رہے ہو؟ اپنے بزرگوں کی مان لینے والے یہ بے دلیل انہیں پھر جواب دیں گے کہ تمہاری دن رات کی

دھوکے بازیاں، جعل سازیاں، فریب کاریاں ہمیں اطمینان دلاتیں کہ ہمارے افعال اور عقائد ٹھیک ہیں، ہم سے بار بار شرک و کفر کے نہ چھوڑنے، پرانے دین کے نہ بدلنے، باپ دادوں کی روش پر قائم رہنے کو کہنا، ہماری کمر تھپکنا۔ ہمارے ایمان سے رک جانے کا یہی سبب ہوا۔ تم ہی آ آ کر ہمیں عقلی ڈھکوسلے سنا کر اسلام سے روگرداں کرتے تھے۔ دونوں الزام بھی دیں گے۔ برات بھی کریں گے۔ لیکن دل میں اپنے کئے پر پچھتا رہے ہوں گے۔ ان سب کے ہاتھوں کو گردن سے ملا کر طوق و زنجیر سے جکڑ دیا جائے گا۔ اب ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا۔ گمراہ کرنے والوں کو بھی اور گمراہ ہونے والوں کو بھی۔ ہر ایک کو پورا پورا عذاب ہو گا۔

دراصل دنیا میں انسان یہ نہیں سوچتا کہ میں نے آگے اللہ کے حضور پیش بھی ہونا ہے وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہی زندگی ہے اور پھر اہم بات یہ ہے کہ وہ کسی پیروی اور اطاعت میں اپنی نجات سمجھتا ہے۔ اور معمولی سے خواہشات کی وجہ سے دینی احکامات کو ترک کرنے پر راضی ہو جاتا ہے حدیث مبارکہ میں بھی خواہشات کے بارے میں آیا ہے کہ جہنم کو خواہشات کی دیوار سے ڈھانپا گیا ہے جیسا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ سے روایت ہے: عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لما خلق الله الجنة قال لجبريل: اذهب فانظر إليها فذهب فنظر إليها وإلى ما اعد الله لاهلها فيها ثم جاء فقال: اي رب وعزتك لا يسمع بها احد إلا دخلها ثم حفها بالمكاره ثم قال: يا جبريل اذهب فانظر إليها فذهب فنظر إليها ثم جاء فقال: اي رب وعزتك لقد خشيت ان لا يدخلها احد. قال: فلما خلق الله النار قال: يا جبريل اذهب فانظر إليها فذهب فنظر إليها فقال: اي رب وعزتك لا يسمع بها احد فيدخلها فحفها بالشهوات ثم قال: يا جبريل اذهب فانظر إليها فذهب فنظر إليها فقال: اي رب وعزتك لقد خشيت ان لا يبقى احد إلا دخلها.[14] ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" :جب اللہ نے جنت کو پیدا فرمایا تو جبریلؑ سے فرمایا: جاؤ اسے دیکھو، وہ گئے اور انہوں نے اس کو اور اس کے رہنے والوں کے لیے اللہ نے جو کچھ تیار کر رکھا تھا اس کو دیکھا، پھر واپس آئے تو عرض کیا: رب جی! تیری عزت کی قسم! اس کے متعلق جو بھی سنے گا وہ اس میں داخل ہو گا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے گرد ناگوار چیزوں کی باڑ لگا دی، پھر فرمایا: جبریل! جاؤ اور اسے دیکھو۔ "فرمایا" :وہ گئے اور اسے دیکھا، پھر آئے اور عرض کیا: رب جی! تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں کوئی ایک بھی داخل نہیں ہو گا۔ "فرمایا" :جب اللہ نے جہنم کو پیدا فرمایا تو فرمایا: جبریل! جاؤ اور اسے دیکھو۔ "فرمایا" :وہ گئے اور اسے دیکھا، پھر آئے اور عرض کیا، رب جی! تیری عزت کی قسم! اس کے متعلق جو سنے گا وہ اس میں داخل نہیں ہو گا۔ "اللہ تعالیٰ نے اس کے گرد شہوات کی باڑ لگا دی، پھر فرمایا" :جبریل! جاؤ اور اسے دیکھو۔ "فرمایا" :وہ گئے اور اسے دیکھا تو) آکر (عرض کیا: رب جی! تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اس میں داخل ہونے سے کوئی بھی نہیں بچے گا۔" قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُم ۖ بَلْ كُنتُم مُّجْرِمِينَ ۔وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَن نَّكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَندَادًا ۚ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ"۔ [15] یہ بڑے لوگ ان کمزوروں کو جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس ہدایت آچکنے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روکا تھا؟ (نہیں) بلکہ تم (خود) ہی مجرم تھے۔ (اس کے جواب

میں) یہ کمزور لوگ ان متکبروں سے کہیں گے، (نہیں نہیں) بلکہ دن رات مکر وفریب سے ہمیں اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور اس کے شریک مقرر کرنے کا تمہارا حکم دینا ہماری بے ایمانی کا باعث ہوا، اور عذاب کو دیکھتے ہی سب کے سب دل میں پشیمان ہو رہے ہوں گے، اور کافروں کی گردنوں میں ہم طوق ڈال دیں گے انہیں صرف ان کے کئے کرائے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا ۔ یعنی ہمارے پاس کون سی طاقت تھی کہ ہم تمہیں ہدایت کے راستے سے روکتے، تم نے خود ہی اس پر غور نہیں کیا اور اپنی خواہشات کی وجہ سے ہی اسے قبول کرنے سے گریزاں رہے، اور آج مجرم ہمیں بنا رہے ہو؟ حالانکہ سب کچھ تم نے خود ہی اپنی مرضی سے کیا، اس لئے مجرم بھی تم خود ہی ہو نہ کہ ہم۔یعنی ہم مجرم تو تب ہوتے جب ہم اپنی مرضی سے پیغمبروں کی تکذیب کرتے، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ تم دن رات ہمیں گمراہ کرنے پر اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور اس کا شریک ٹھہرانے پر آمادہ کرتے رہے جس سے بالآخر ہم تمہارے پیچھے لگ کر ایمان سے محروم رہے۔ اللہ تعالی نے صاف اور واضح الفاظ میں بیان فرمادیا ہے کہ کل قیامت کے دن آہ وزاری اور اپنی غلطی کو دوسروں پر ڈالنے کی بجائے دنیا میں ہی اپنی اصلاح کی کوشش کرو اور ان بڑے سرداروں، جاہل پیروں کی اتباع کی بجائے اللہ اور رسول کی اطاعت کو مقدم رکھا جائے اور ان کی نافرمانی سے اپنے اور اپنے خاندان والوں کو بچائیں۔ تاکہ کل قیامت میں کسی قسم کا خوف اور اندیشہ نہ ہو۔

خلاصۂ بحث

اللہ تعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ یہ انسان کے اوپر اللہ تعالی کا بہت بڑا احسان ہے۔اس کے ساتھ پھر انسانوں کی ہدایت کے لئے نبیوں اور رسولوں کا ایک عظیم سلسلہ بھی قائم فرمایا جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور آخر کار حضرت محمد ﷺ پر اختتام پذیر ہوا۔ یہ اس لئے تاکہ پیغمبر انسانوں کو اللہ کی طرف بلائیں اور انسانوں کا اللہ سے کیا گیا وعدہ یاد دلائیں کہ آپ لوگوں کا اس دنیا میں آنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ آپ لوگ پھر اپنے خالق حقیقی کو بھول جائیں گے اور اپنی مرضی کی زندگی گزاریں گے۔ ہر نبی نے اپنے زمانے میں یہی محنت وکوشش کی کہ کس طریقے سے اللہ کے بندے اللہ کے مطیع اور فرمانبردار بن جائیں اور جہنم کی بجائے جنت میں جانے والے بن جائیں۔ اللہ نے انسان کو دنیا کی تمام نعمتوں سے بھی مالامال فرمایا تاکہ ان کی کوئی ضرورت اور حاجت باقی نہ رہے لیکن اس نعمتوں کے بدلے اللہ کا شکر اور ان کی بندگی کو اختیار کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے یہ بھی وضح الفاظ میں بار بار بتادیا کہ اگر میری اطاعت کروگے تو جنت ملے گی نہیں تو پھر آپ لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہی ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن ہونے والے اعمال اور امور کے بارے میں بھی صاف صاف بتادیا کہ وہاں پر میرے نافرمان بندوں کا جو حال ہوگا وہ انتہائی ذلت، رسوائی اور شدید عذاب کی شکل میں ہوگا جہاں سے کسی بھی صورت میں خلاصی ممکن نہ ہوگی۔ اور اس دن پھر آپس کی مخاصمت اور جھگڑوں کا کوئی فائدہ کسی کو حاصل نہیں ہوگا بلکہ جرم میں شریک تمام افراد کو جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ سورہ السبا کی آیات مبارکہ میں بھی قیامت کے دن مجرموں کے مابین جو مخاصمہ اور جھگڑا ہوگا اس کو نہایت ہی صاف اور واضح الفاظ میں بیان فرمادیا تاکہ کل کو کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے تو فلاح سردار اور امیر پر اعتماد کرکے یہ عمل کیا تھا اور ان کی اطاعت میں اپنی دنیا اور آخرت کی فلاح کو مضمر سمجھا تھا۔اس لئے دنیا میں ہی اپنی عقل اور فراست کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے کہ فلاح اور کامیابی صرف اللہ اور رسول کی اطاعت میں ہی ممکن ہے۔نہ کہ کسی جاہل پیروں اور مریدوں کے وعدوں میں ہے۔

References

[1] Surah al-Maida, Ayat, 8
[2] Surah al-Qamar, Ayat, 47.
[3] Jaraim awr Mujrem, az Rasheed Malik, Mashgal, Ar bi 5, Awami Complex, Lahore. Safha, 22.
[4] Jaraim awr Mujrem, az Rasheed Malik, safha, 23.
[5] Jaraim awr Mujrem, az Rasheed Malik, safha, 23.
[6] Suleyman bin Umar al-ujeyli, Tafseer al-Futuhat al-alahiyya, 79/3, Beyrut.
[7] Sahih Muslim, Hadeed no, 2553.
[8] Allama Nawab Sediqi, Nail al-Maram min Tafseer Ayat al-Ahkam, Safha, 190.
[9] Surah ash-shu'arā, Ayat, 88.
[10] Suarh Abas, Ayah, 34-36.
[11] Surah Ibrahim, Ayat, 22.
[12] Surah al-Furqan, Ayat, 28.
[13] Surah an-Naba, Ayat, 40.
[14] Sunan abi Dawud, Hadees no, 4744.
[15] Suarh as-Saba, Ayat, 32-33.